جنکے اسماء گرامی فہرست میں ہیں "تا کر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو" عرض کرکے دعا کیجاتی ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے برکات عہد عثمانی اس انجمن کو عطا فرمائے - یہ انجمن ارباب ذوق شوق کا مرجع بنے - اسکے جلسوں سے سب مستفید و محظوظ ہوتے رہیں - آمین، فقط

ملتمس

خادم محمد فیض اللہ گہر کمندان و منتظم فوج ضلع بیڑ
معتمد انجمن

نمبر شمار	نام نامی معاونین و ممبران انجمن	تصریح عطیات
۱	عالیجناب مہراجی صاحب صوبہ دار صوبہ گلشن آباد	سرکاری مکان چاوڑی قدیم حال ٹاؤن ہال کی اجازت برائے انجمن عطا فرمائی ہے
۲	عالیجناب گوبند نایک صاحب اول تعلقدار ضلع بیڑ	یکمشت (عہ) ماہوار عہ
۳	عالیجناب نواب شمشیر جنگ بہادر ناظم عدالت دیوانی ضلع	" (صہ)
۴	عالیجناب نواب امیر تراب علیخاں صاحب بہادر مددگار مال بیڑ	" (سے) " عہ کتابیں ۱۰ جلد
۵	جناب سید شجاعت علیخاں صاحبزادہ صاحب مہتمم کوتوالی ضلع بیڑ	× " عہ
۶	جناب احمد اللہ صاحب سولین سابق مددگار زائد	(عا) " عہ
۷	جناب سید احمد صاحب سابق انسپکٹر آبکاری ضلع بیڑ	" " " ۴ س
۸	جناب رحمت علی سید صاحب سابق مہتمم تعمیرات ضلع بیڑ	ایک عدد المارى قیمتی للعہ برائے کتب وغیرہ
۹	جناب نجم الدین صاحب سید کے اسٹرا انسپکٹر کوتوالی ضلع بیڑ	داخلہ عہ " ۴ کتابیں ۵ جلد

نمبر	نام	چندہ
۱۰	جناب الحاج عبدالقادر صاحب خزانہ دار آصف گنج میدک	داخلہ ۸ر ماہوار ۴ر
۱۱	جناب بیچمیا راؤ صاحب سررشتہ دار مال میدک	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۱۲	جناب سررشتہ دار صاحب عدالت دیوانی ضلع میدک	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۱۳	جناب دولہ خان صاحب گتہ دار	〃 عہ 〃 ۴ر
۱۴	جناب عبد الحمید خان صاحب سوپروئیزر آبپاشی	〃 عہ 〃 ۴ر
۱۵	جناب فخر الحسن صاحب گتہ دار	〃 عہ 〃 ۴ر
۱۶	جناب ریاض الحسن صاحب پیشکار محکمہ مال	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۱۷	جناب مرتضیٰ حسین صاحب میر منشی محکمہ مال	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۱۸	جناب عظیم الدین صاحب پیشکار تحصیل کلبگور	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۱۹	جناب محمد وزیر صاحب نائب میر منشی	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۲۰	جناب ٹھونڈو پنڈت صاحب وکیل	〃 عہ 〃 ۴ر
۲۱	جناب ناظر صاحب عدالت دیوانی	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۲۲	جناب عثمان خان صاحب منتظم کوتوالی تعلقہ کلبگور	〃 عہ 〃 ۴ر
۲۳	جناب ضیاء الدین صاحب محاسب خرچ محکمہ ضلع	〃 عہ 〃 ۴ر
۲۴	جناب گرراؤ صاحب نائب محاسب محکمہ ضلع	〃 عہ 〃 ۴ر
۲۵	جناب وشنو پنڈت صاحب گرداور	〃 ۸ر 〃 ۴ر
۲۶	محمد فیض اللہ منتظم فوج	〃 ۸ر 〃 ۴ر کتابیں ۲ جلد

نوٹ ان کے سوا اور صیغہ دار صاحبان محکمہ مال و تحصیل وغیرہ جن کے نام رجسٹر انجمن میں شریک ہیں چندہ ماہانہ ۴ر اور داخلہ ۸ر ادا فرماتے ہیں۔ سو وقت اس آمدنی سے بالفعل تین اخبار تین رسالہ انجمن کے لئے جاری کرائے گئے ہیں۔

اللہ ہو

ذکرِ زباں

اثر دکھلا گئی وقتِ سخن چل کر زباں کیا کیا
گل افشاں ہو گئی کیا کیا لگائیں برچھیاں کیا کیا

خموشی اسکی اک گنجینۂ دار راز پنہاں ہے
دمِ گفتار کرتی ہے گہر افشانیاں کیا کیا

دل افزائی بھی اک اعجاز ہے اسکی طلاقت کا
عطا فرمائی ہیں خالق نے اسکو خوبیاں کیا کیا

اسی نے حضرتِ منصور کو سولی چڑھائی تھی
کیا خون سرِ سرمد کو اسنے رائیگاں کیا کیا

شگوفہ چھوڑ کر یہ چھپ گئی بتیس ۳۲ دانتوں میں
یہاں شاداب گلشن ہو گئی وقفِ خزاں کیا کیا

خدا محفوظ رکھے چوٹ سے اسکی زمانے کو
اثر ہوتا ہے اسکی زد کا دل پر الاماں کیا کیا

بنائے اور بگاڑے سیکڑوں نقشے زمانے میں
دکھائیں دیکھنے والوں کو بھی صناعیاں کیا کیا

دکھا دیتی ہے صورت بنکے آئینہ حقیقت کا
صفات ظاہری میں ہے عیاں کیا کیا نہاں کیا کیا

بنایا دشمنوں کو دوست اور احباب کو دشمن
دکھاتی ہے اثر گاہے چنیں گاہے چناں کیا کیا

جرس اسکا ہے فریادی تو ہے بانگِ درا اسکی
لٹی منزل پہ جا جا کر متاعِ کارواں کیا کیا

دہن میں گر اسے بے ذائقہ جیسے خدا رکھتا
خدا شاہد ہے ہوتیں نعمتیں بھی رائگاں کیا کیا

کسی صورت نہ آیا فرق اسکی بات میں کوئی
رہا ہر دم مخالف انقلابِ آسماں کیا کیا

اسی سے حاسد و نمام ننگِ آفرینش ہیں
اسی سے بنگئے ہیں مہرباں نامہرباں کیا کیا

کفیلِ ناطقہ گر یہ نہ ہو جدت طرازی میں
کوئی کیا جانے جوہر رکھتی ہے طبعِ رواں کیا کیا

اسی کے ہاتھ عزت عہد و پیماں راستی کی ہے
اسی سے کام پڑ جاتے ہیں وقتِ امتحاں کیا کیا

غرض سرمایہ دارِ نعمت ہستی ہے اک یہ بھی
شرفِ اعضائے انسانی پہ رکھتی ہے زباں کیا کیا

یا کافی یا مغنی

قدر و غنا

پاکدل ہمدرد انسانوں کا جبتک دَور تھا
خیر و برکت کے نمایاں تھے زمانہ میں نشاں

چاہو جب ہو جاتا تھا اندازۂ انسانیت
سہل تر ہر بات میں تھا نیتوں کا اِمتحاں

سُنتے ہیں پچھلے زمانے میں کوئی اہلِ خرد
تین باتیں بیچتا ہوں سب سے کرتا تھا بیاں

قیمت ان باتوں کی وہ بتلا رہا تھا چھ ہزار
سکۂ دینار تھا اوس عہد میں ہر سُو رواں

اِس نئے بیوپار کی جب عام شہرت ہوگئی
ہوگیا مشتاق سنکر نامور نوشیرواں

باریابی کی اُسے دربار میں عزت ملی
اپنی کوشش میں ہوا وہ کامیاب و کامراں

حسبِ خواہش اوسکی منگوائی رقم سلطان نے جب
دست بستہ عرض کی اُسنے کہ اے شاہِ جہاں

آدمی کو نفع ہوتا ہے محبت سے ضرور
دشمنی سے جان و عزت کا یقیناً ہے زیاں

جانتے ہیں سب مگر اس پہ ہمیں قابو نہیں
دیکھتا ہوں میں کہ سب مجبور ہیں اہلِ جہاں

چاہیئے اِس نقص کی اصلاح کا پہلے خیال
تاکہ بے کھٹکے رواں ہوتی رہے عمرِ رواں

سُنکے یہ حکمت کے جملے شاہِ عادل نے کہا
فی الحقیقت سچ ہے یہ تمنے کہا جو مہرباں

نو ہزار اسکے ادا کرتے ہیں اب دینار ہم
گرچہ اس اندازۂ قیمت سے بھی یہ ہیں گراں

اِس نوازش پر دیا پھر شاہ کو اوسنے جواب
ہوکے ہیں محتاج مال و زر نہیں آیا یہاں

دیکھنا تھا یہ فقط منظور اپنی آنکھ سے
کام کی باتوں کا بھی ہے آج کوئی قدرداں

آزمایا دولت و اقبال سلطاں ہو فزوں
نکتہ دانی کا ہوا اچھی طرح خوب امتحاں

اِس رقم کے مستحق گر ہیں تو اہلِ احتیاج
مجھکو جانیکی اجازت ہو عطا شاہِ زماں

وہ غنی دل چلدیا دربار سے باصد خوشی
عام کیسے لوگ تھے اور خاص کیسے قدرداں
انجمن میں ایسے کچھ اقوال کہہ سکے کبھی
ہم بھی اپنے عہد کا کریں گے یونہیں امتحاں
زر نہ دے کوئی تو کچھ پروا نہیں ہے آگہی
ہاں مگر دل دیجئے سنتے جائیں ہم سے داستاں

دعوتِ عام

(ھو الہادی)

یہ ظاہر ہو چکا ہے مرکزِ آلام دنیا ہے
زمانے بھر میں مدت سے بہت بدنام دنیا ہے
مخالف ہر طرح ہے دشمنِ آرامِ دنیا ہے
بہر سو خارِ راہِ زندگی ہر گام دنیا ہے
اسی کی جان کے ہمراہ رہتی ہے خلش دل کو
جلا دیتی ہے آخر اسکی بڑھ بڑھ کر طپش دل کو

غمِ جانکاہ ہو یا رنجِ معمولی کوئی دل پر
پہونچتی ہے اذیت روح کو ہوتا ہے حال ابتر
خلافِ فطرتِ انساں ہی ہونا رنج کا خوگر
نہیں ہرگز گوارا مول لیں سر دیکے دردِ سر
مآل اندیش ہیں انجام پر ہم غور کرتے ہیں
مگر بے التفاتی بھی کبھی بے طور کرتے ہیں

رہی ایسی طبیعت لاؤبالی آجتک اپنی
نظر پڑتی نہیں نفع و ضرر پر یک بیک اپنی
غلط فہمی صریحاً اسمیں ہے شبہ و شک اپنی
رہی پستی میں بھی نخوت عیاں مثلِ فلک اپنی
ہم اپنے ہاتھ قدرِ صحبتِ انساں گنوا بیٹھے
متاعِ ربط و الفت بیکے ہم ناداں گنوا بیٹھے

خلافِ وضعداری بے سبب ملنا سمجھتے ہیں — نہ ملنا ملنے والوں سے بہت اچھا سمجھتے ہیں
نہ مطلب دین کا کوئی نہ دنیا کا سمجھتے ہیں — خدا جانے یہ کیسی ہے سمجھ کیا کیا سمجھتے ہیں

بشر کو فطرتاً بالطبع گو لازم ہے ضد ہونا
مگر منشاء قدرت ہے مقدم متحد ہونا

عناصر کا ملاپ آپس میں اک حیرت کا عالم ہے — ہوا مٹی کی آتش آب کی کسطرح ہمدم ہے
جہانتک غور ہم اسکے نتیجہ پر کریں کم ہے — ہر اک پہلو سے مل جلکر بسر کرنا مقدم ہے

دلیل اسکی ہے بیّن روزیہ و ذرات کا ملنا
انہیں پر منحصر ہے رحمت اوقات کا ملنا

خدا ہو یا کوئی بندہ نہ چاہو تو نہیں ملتا — کسی سے ہو تمنا دل میں ملنے کی کرو پیدا
اسیمیں راز پوشیدہ ہے سارا دین و دنیا کا — کنارہ ملنے جلنے سے نہیں اچھا نہیں اچھا

ہمیشہ دل سے کوشش چاہیے ملنے ملانے کی
دو عالم میں یہی اک بات ہے کچھ کام آنے کی

جھکا کر سر کرو سجدے میں اظہار نیاز اپنا — کہو جی چاہے گر ناقوس کے پردہ میں راز اپنا
رکھو سوزِ تعلق سے ہمیشہ دل گداز اپنا — مگر ہو رنگ غیریت نہ ہرگز رخنہ ساز اپنا

نمایاں جوش ہو اخلاص کا اخلاص مندوں میں
خدا رکھے تو رہنا چاہیے ممتاز بندوں میں

حقیقت میں بشر وہ ہیں جنہیں عادت ہے ملنے کی — ملی ہے قدرتاً ہر اک سے ملنے کی جنہیں خو بھی
مزے دنیا کے جن سے ملتے ہیں وہ ہے ملنساری — ملو اللہ والوں سے تو ملتی ہے رہِ حق بھی

انھیں کچھ بھی نہیں ملتا جنھیں ہے ننگ ملنے سے
بڑے ہیں کیا حوصلہ ہو جائے جب دل تنگ ملنے سے

پسندِ خالقِ کونین ہے ہر دم بہم ملنا — بہت کچھ باعثِ نقصان ہے دنیا میں کم ملنا
مٹا دیتا ہے برسوں کی شکایت کو اک دم ملنا — سکھا دیتا ہے ہمدردی و اخلاق و کرم ملنا

نہ ملکر خود شکایت دل نہ ملنے کی بجا کیسی
ہو ثابت ظاہرا سعیِ محبت آزما کیسی

مسافر خانہ ہے دنیا یہاں رہتا نہیں کوئی — نہ اس میں گھر کسی کا ہے نہ ہے گھر کا مکیں کوئی
کوئی ہے دور منزل سے تو منزل کے قریں کوئی — مسافت کر رہا ہے طے کہیں کوئی کہیں کوئی

نہ ملجلنا مسافر کیلئے قہرِ الٰہی ہے
حذر ہم جنس سے غربت میں سامانِ تباہی ہے

سفر میں بھی نہ ملنا ہمسفر سے ہے یہ نادانی — کٹے بے یار و یاور راستہ کیونکر بہ آسانی
خطر ہر اک قدم پر ہے تو ہر لحظہ پریشانی — پہنچتی جاتی ہے شام و سحر تکلیف روحانی

یہ کیوں آفت گوارا راہرو دانستہ کرتے ہیں
یہ کیوں سہتے ہیں صدمے حیف جو ملکر گذرتے ہیں

مزاحم ملنے جلنے میں نہ مذہب ہے نہ ملت ہے — تعارف کی ہے محتاجی نہ کوئی اور حجت ہے
یہیں کے رہنے والے سب ہیں ملنے کی بھی فرصت ہے — سناؤ حال اپنا ان سے پوچھو کیسی حالت ہے

بنو ہمدرد غم میں ساتھ دو آخر بشر سب ہیں
جدا ہیں صورتیں لیکن یہ باطن میں الگ کب ہیں

غلط بالفرض ہوں یا ہوں صحیح آداب عبادت کے — حوالے فیصلہ اسکا کرو روزِ قیامت کے
سمجھتا ہے خداوندِ جہاں سب راز نیت کے — نہ بندے آپ ارادے کے نہ بندے ہم طبیعت کے

عبث ما و شما کی انفرادی حجتیں کیوں ہیں
یہ جھگڑے آئے دن کیسے یہ برہم صحبتیں کیوں ہیں

خدا کے پاس اس ہستی میں اب تم نہ ہم کچھ کم ۔ تمہیں کچھ اسکا اندیشہ نہ اسکا ہم کو کوئی غم
عبث پھر کس لئے تم سے رہیں ہم، ہم سے تم برہم ۔ خدا کیواسطے ملتے رہو بنجاؤ اب ہمدم

نوازش کے لئے تخصیص کب ہے گورے کالے کی
فقط نیت پہ رہتی ہیں نگاہیں دینے والے کی

برا کیا ہو جو کوئی رام داس اور کوئی عبداللہ ۔ اس اک نسبت سے حاصل ہے تمہیں ہر طرح کچھ مطلب
بپا ہے چار سو جو عام شور ملت و مذہب ۔ خدا شاہد ہے دیکھو اختلافاتی ہیں جھگڑے سب

جداگانہ طریق بندگی ہے سرفگندوں کا
بہر طور ایک ہی مولا ہے سب بے دام بندوں کا

تعلق باہمی مدت سے دیکھو اپنا ذاتی ہے ۔ فقط اک قید مذہب درمیانی آڑ آتی ہے
نہ اندیشہ کرو اس کا کہ یہ رنگ صفائی ہے ۔ یہی ضد ہے تو بس انسانیت کی بات جاتی ہے

رہے مد نظر مذہب کا یہ انسان کا دل لینا
خدا کی راہ چلتے چلتے بندوں سے بھی مل لینا

ملے جب تک دل سے جا کے خود انساں سے انساں ۔ فراہم دین دنیا کا نہیں ہوتا کبھی ساماں
موافق ہو نہ کوئی ہو مخالف گردش دوراں ۔ نہ ہو مشکل کشا تو مشکلیں ہوں کس طرح آساں

کسی سے بے ملے یاں کار دنیا کب نکلتا ہے
حروف و لفظ بھی ملتے ہیں تو مطلب نکلتا ہے

ملاؤ ہاتھ اب دل سے کرو اقرار ملنے کا ۔ مناسب ہے زباں سے بھی ہو صاف اظہار ملنے کا
مزا ہر وقت لوٹو بنکے باہم یار ملنے کا ۔ یہ جلسہ فی الحقیقت ہے مسرت بار ملنے کا

مگر اللہ کرے بدلے طبیعت اب زمانے کی
یہ دعوت عام ہے ہر شخص سے ملنے ملانے کی

ھو اللہ احد

اندارہ اخلاق

دکھائیگا ہمیں نیرنگیاں اپنی جہاں کب تک
نئی چالیں غریبوں سے چلیگا آسماں کب تک

ستم دل میں رہینگے بنکے اسرار نہاں کب تک
کوئی حد ضبط کی بھی بند ہو منہ میں زباں کب تک

جگر پتھر بنالے کوئی کیونکر صبر کر کرکے
سہے جینے کی خاطر سختیاں تا چند مر مر کے

گھڑی بھر ایکساں عالم نہیں رہتا ہے عالم کا
خوشی کے ساتھ ہی دھڑکا لگا رہتا ہے اک غم کا

خوشی کی ہے خوشی ہر دم نہ غم ہر وقت ہے غم کا
جہاں قائل ہے خود اہل جہاں کے حال توام کا

نہ کچھ ایسی بڑی دنیا نہ اسکی کائنات اتنی
خوشی ہو تو خوشی غم ہو تو غم ہے صرف بات اتنی

مگر اب گردش ایام کے نقشے نرالے ہیں
عذاب جاں ہوئی ہے زندگی جینے کے لالے ہیں

نہ شادی روح افزا ہے نہ اب دلبستگی نالے ہیں
زمانہ ہے یہ پر آشوب سب حیلے حوالے ہیں

زمیں بھی چرخ کے ساتھ اب ستم ڈھاتی ہے تھم تھم کے
معاذ اللہ دو پیاسے ہوئے اک خون عالم کے

بہت سے ہیں فلک کے اندنوں تیر ستم کیا کیا
زمیں کے بھی اٹھا لیتے ہیں پر صدمے ہم کیا کیا

زمانہ دشمن آرام ہے ہیں رنج و غم کیا کیا
اب آگے دیکھئے کرتے ہیں یہ ہم پر کرم کیا کیا

تہ و بالا جہاں ہے شور محشر ہے زمانے میں
دقیقہ اب نہیں باقی ہمارے خاک اڑانے میں

اُٹھے جب صبح کو پہلے فلک کا منہ نظر آیا — ہوا بیتاب دل الزام بے صبری کا سر آیا
ہوئی جب شام دل گھبرا گیا او جسم تھرایا — فرشتہ موت کا بنکر ہر اک غم جان پر آیا

یہی ہے اب زندگی اپنی یہ ہیں لیل و نہار اپنے
عدو ہیں تو یہی ہیں یار ہیں تو یہ ہیں یار اپنے

نہ اپنی فصل پر گرمی اثر اپنا دکھاتی ہے — نہ سردی موسم سرما میں جی بھر کر ستاتی ہے
کبھی بارش کی قلت خشک سالی کو بڑھاتی ہے — کبھی بارش زمیں پر ہر طرف دریا بہاتی ہے

زمانے کو ہے رونا ایک مدت سے گرانی کا
ہے اب تو ہر برس ہونا نہ ہونا ایک پانی کا

جہاں میں ہر طرف طاعون ہے چیچک کا ثانی — وبا سے بڑھتی جاتی ہے خدائی بھر میں ویرانی
بپا طوفان کرتی ہے کہیں دریا کی طغیانی — کسی جا زلزلہ ہے اور کہیں ہے آتش افشانی

جو آئی سر پہ آفت شکل مرگ ناگہاں آئی
جو آئی دل میں حسرت بنکے فکر جانستاں آئی

بلائیں گردش افلاک سے جتنی ہوئیں نازل — اثر اک وقت پر انکا ہوا پیش آگئی مشکل
غضب ہے کونسا آیا زمانہ ہو گیا قاتل — لحاظ انسانیت کا ہے نہ کچھ فرق حق و باطل

رہا نیرنگیٔ عالم کا رونا روز قسمت میں
یکایک شر ہوا پیدا زمانے کی طبیعت میں

قیامت کا مچا ہے فتنہ انگیزی سے شور و غل — زمانہ منقلب کیا ہو گیا تازہ کھلا یہ گل
فریب و دوستی دم دانوں دھوکا چالبازی جل — یہی مشرب ہوا اپنا ہوا باشد ہے صلح کل

ہوئی ہے شام غربت ہائے اب صبح وطن ہم کو
ملے یاروں کی یاری سے یہ سب رنج و محن ہم کو

فریب دوستی سے اک جہاں چکر میں آیا ہے　　بہت احباب سے احباب نے صدمہ اٹھایا ہے
نشان و نام ہمدردی کا دنیا سے مٹایا ہے　　بنے ہیں یار سب اغیار ہر اپنا پرایا ہے

جہاں کے رنگ بدلے گردش افلاک سے کیا کیا
ہوئے فتنے قیامت کے نمایاں خاک سے کیا کیا

خوشی کے بدلے صرف نالہ و فریاد رہتے ہیں　　عوض شکر کرم دن رات شکوے یاد رہتے ہیں
نہ اب احباب سے احباب ملکر شاد رہتے ہیں　　عوض یاری کے یار آمادہ بیداد رہتے ہیں

نہ آئی راس ہم کو دوستی الفت زمانہ کی
بنائے جان و عزت تنگی صحبت زمانہ کی

یہ دل ہی دل میں سمجھانا ہے اپنی حالت　　ہمارا یہ تو ہے ہم بھی تو مبنی ہے جہالت پر
برا اچھا عیاں ہو جائے جب چشم بصیرت پر　　خطا ہے ہاتھ رکھکر بیٹھنا عادات و علت پر

نہ سمجھا ہو جسے اکبار کچھ لازم ہے پھر سمجھیں
ہمارا مطلب خذ ما صفا و دع ما کدر سمجھیں

عمل اس قول فیصل پر نہ کرنا ہے خطا اپنی　　پشیمانی ندامت ہوتی جاتی ہے سوا اپنی
خرابی یا برائی پر نظر ڈالو ذرا اپنی　　تو ثابت ہر طرح ہوتی ہے غفلت بارہا اپنی

کوئی الزام یا جھگڑا زمانے کے نہ سر آیا
بہر حیلہ اگر آیا تو اپنی ذات پر آیا

ہمیں جب ہو چکا ہو تجربہ اس بات کا اکثر　　تو لازم ہے ہمیں رکھیں خیال فرق خیر و شر
اگر چاہیں تو رہ سکتے ہیں آفت سے ہم بچکر　　کوئی پروا زمانہ کی نہیں ہم کو ضرورت پر

ستاتی ہے جو تیزی دھوپ کی سائے میں آتے ہیں
کوئی ہوتا ہے پیدا زخم تو مرہم لگاتے ہیں

زمانے پر عبث الزام ہے یہ بھی بہانا ہے
ہم اپنے ڈھب کے ہیں گر رنگ کا اپنے نشانا ہے
نہ کار آمد یہ باتیں ہیں نہ یہ دلکش فسانہ ہے
روش اک زندگی کی یہ بھی ہے فقرہ بنانا ہے

نہ کوئی شان اسمیں ہے نہ بنی عافیت پر ہے
بہر صورت یہ حصہ اپنی ہی انسانیت پر ہے

اگر بالفرض ۔ ہے آب و ہوا دنیا کی ایسی ہی
اثر کرتی ہے اپنے وقت پر اپنا بدی نیکی
بدلتی ہے جہاں کیساتھ رنگ اپنا طبیعت بھی
مروت کی جگہ آجاتی ہے آنکھوں میں سفا کی

اثر نیرنگیٔ عالم کا عالمگیر ہوتا ہے
ہر اک چلتا ہوا فقرہ بھی اسکا تیر ہوتا ہے

تو ہم سے احتیاط آب و ہوا کی بھی ہے ممکن
ہمارے ہاتھ ہے اصلاح حالِ ظاہر و باطن
سمجھ سکتے ہیں موسم کونسا ہے راس یا دِن
مضر کیا چیز ہے ہے نفع کسمیں کون ہے محسن

ہمارے ہاتھ میں ہر بات کی عمدہ تلافی ہے
ہدایت کیلئے ہر وقت اپنی عقل کافی ہے

دیا ہے خالقِ عالم نے یہ جوہر لطیف ایسا
وہ عالم اسکا قایل ہے جہاں میں آج کا شہرا
اسی سے کام انساں نے کئے معجز نما کیا کیا
اسی سے ایک عالم ہے فرشتوں پر بھی حیرت کا

مسلم ہے یہی موجد ہے موجوداتِ عالم کا
یہ ثابت ہے ۔ ہوا باعث یہی اعزازِ آدم کا

ریاضی، ہندسہ، منطق، نجوم، اقلیدس، حکمت
ادب، معقول، معنی، فلسفہ، جغرافیہ، ہیئت
سوا انکے علوم و فن ہیں جو جو صنعت و حرفت
دکھا دی سب میں اپنی ایکساں انسان نے قدرت

یہ دعوے ہم بقدرِ حوصلہ ہر آن کرتے ہیں
فرشتے کر نہیں سکتے جو کام انسان کرتے ہیں

ہر اک علم و ہنر کا گنج پایا عقل سے ہمنے
نشان و نام پایا زر کمایا عقل سے ہمنے
جہاں کو حوصلہ اپنا دکھایا عقل سے ہمنے
زمیں پر ہر طرف سکہ جمایا عقل سے ہمنے

اسی نے رہبری کی ہر علم میں کی رہنما ہو کر
ہمیشہ کام آئی عقل تائید خدا ہو کر

اسی کے مشورے سے ہر مرض کی کی دوا ہمنے
توجہ سے اسی کے پائی ہے اکثر شفا ہمنے
اسی سے پالیا اور ونجے دل کا مدعا ہمنے
اسی کے زور پر دنیا کا جھگڑا سر لیا ہمنے

اسی سے ہمنے بیگانوں کو بھی اپنا بنایا ہے
محبت کا اسی سے سیکھکر منتر چلایا ہے

جمایا رنگ خشکی میں ہوا اور ندی سمندر میں
اڑائے بحر میں جھنڈے نشاں قائم کئے بر میں
ہمارے کارنامے ثبت ہیں دنیا کے دفتر میں
ہماری یادگاریں ہر جگہ ہیں ہفت کشور میں

ہمارے سامنے ہرگز نہ چشم روزگار اٹھی
ہماری شش جہت قایل ہوئی دنیا پکار اٹھی

بعون خالق عالم کیا انساں نے جو چاہا
جواب بھی چاہتا ہے کرگذرتا ہے نہیں کتا
اسی بوتے پہ آئندہ بھی جو چاہے گا کر لیگا
خدا کا فضل شامل ہے زمانے کی نہیں پروا

کیا عقل و خرد سے اپنا ہر اک کام انسان نے
ازل سے آجتک خلقت میں پایا نام انسان نے

بحمد اللہ دنیا میں یہ ہو نام و نشان اپنا
بحمد اللہ یوں قایل رہے سارا جہاں اپنا
ہزار افسوس ہے بگڑے مقدر ناگہاں اپنا
دگرگوں حال ہو جائے نصیب دشمناں اپنا

یہ اپنی شامت اعمال ہے یہ اپنے کرتب ہیں
وگرنہ ہم بنی آدم جو پہلے تھے وہی اب ہیں

خدا پردہ رکھے مخلوق میں انساں کی عزت کا
نہ ہو خم شرم سے سر حاملِ بارِ امانت کا
رہے ملحوظ ادب خلقت کو اعزازِ خلافت کا
بھروسہ اب نہیں دنیا میں یارو نگی محبت کا

جہاں سے بےخبر ہیں نشہ دنیا کے متوالے
کسی کے وقت کے ساتھی نہیں اب قدرت والے

لحاظ مہر و الفت چشمِ الفت سے اٹھا بیٹھی
نشان و نام ہمدردی کا دنیا سے مٹا بیٹھے
خیال نصحِ آثار و کتب دل سے بھلا بیٹھی
کیا غارت جہاں کو آگ دنیا میں لگا بیٹھے

نہ سوجھا راستہ کی رہنمائی رہنماؤں نے
نہ دھیان آیا کبھی۔ فرمایا اکثر پیشواؤں نے

تجلی ریزئی اخلاق تابِ حسن انساں ہے
بشر کا ہے یہی جوہر یہی انساں کے شایاں ہے
یہی اعجازِ گویائی اسی پر نطق قرباں ہے
بقائے ربط و الفت پر جہاں میں اسکا احساں ہے

حکومت سے سوا زر سے مقدم جان سے پہلے
یہی اخلاق بازی لے گئے میدان سے پہلے

زمانے میں اسی سے خلق کی تسخیر ہوتی ہے
ہر اک مشکل میں اسکی کارگر تدبیر ہوتی ہے
اسی سے ہر جگہ پر فتح بے شمشیر ہوتی ہے
ہر اک بات اسکی ہر عالم میں عالمگیر ہوتی ہے

اسی سے دل بدست آور کا ہوتا ہے ادا مطلب
اسی کی وجہ سے ہوتا ہے پورا مدعا مطلب

حکومت ہوگئی غائب جہاں دولت نے منہ موڑا
جہاں نے بیوفائی کی جہاں اقبال نے چھوڑا
جہاں حامی نہ تھا کوئی جہاں ہر شے کا تھا توڑا
وہاں ٹوٹے ہوئے دلکو اسی اخلاق نے جوڑا

ہر اک ذی فہم خوب اخلاق کی خوبی سے واقف ہے
موافق اس سے سب لیکن عمل انکا مخالف ہے

مضر اسکا اثر مخلوق پر جب ملا ٹھہرا — ہوا بے یار کوئی تو کوئی بے آسرا ٹھہرا
کوئی گھر میں کسی نے کوئی دروازہ پہ جا ٹھہرا — امیدیں لیگئیں جس جا وہیں بیچارہ جا ٹھہرا

ہوئے مجبور ہم کیا کیا بد اخلاقی سے عالم میں
غضب میں آ گئے جب آ گیا قحط کرم ہم میں

کسیکو بھی کبھی صدمہ قلق اس کا نہیں ہوتا — کسیکو بھی الم اس بات کا اصلا نہیں ہوتا
کوئی اخلاقِ انسانی پہ اب شیدا نہیں ہوتا — کوئی اس رنگ کا ۔ دیکھا گیا پکا نہیں ہوتا

فریب اخلاق کا دیتے ہیں ملنے میں ملانے میں
روش یہ لازم و ملزوم ٹھہری ہے زمانے میں

خوشی کے اپنے خواہاں ہیں تو ہیں مطلب کے شیدائی — تماشہ دیکھتے ہیں ہر طرح بنکر تماشائی
دلوں میں خود پسندی ہے مزاجوں میں ہے خود رائی — بہت مرغوب ہے اللہ کے بندوں کی آقائی

نہیں رکھتے نشاں بھی نام ہمدردی طبیعت میں
کمی اخلاق کی ہے ۔ ہے اضافہ جاہ و حشمت میں

زیادہ زر سے بھی کرتے ہیں اب اخلاق میں خسّت — کیا کرتی ہے اغوا مفسدہ پردازئ نیت
کرم جھوٹا دکھانیکی عنایت جسکی ہے غایت — ہمارے خلق کی بھی خلق میں ہوتی رہے شہرت

جہاں میں نام اپنا ہو جو ہے مد نظر یہ ہے
پکار اٹھیں بشر دنیا میں گر ہے تو بشر یہ ہے

کہیں اخلاق کے برتاؤ ہیں اہل تموّل سے — کہیں اخلاق بڑھجاتے ہیں باہم ساغرِ مُل سے
کہیں اخلاق بے نام و نشاں کبر و تطاول سے — کہیں کچھ اور صورت خلق کی طرز تجاہل سے

یہ رنگ آمیزئ انساں بھی کیا کیا رنگ لاتی ہے
نئے نقشے نیا عالم نئی دنیا دکھاتی ہے

زبانی ظاہرا ہوتی ہیں سب اخلاق کی باتیں — تواضع دیکھنے کی باہمی رسمی ملاقاتیں
چرٹ، سگریٹ، حقہ، پان معمولی مداراتیں — یہی ہیں بے بہا تحفے یہی انمول سوغاتیں

اسی طرزِ عمل کا نام الفت ہے، مروت ہے
اسی پر خُلقِ انسانی کی گویا ختم حجت ہے

انھیں کیواسطے اخلاق لازم ہی سمجھتے ہیں — جو دولتمند ہیں مشہور بالا جنکے رتبے ہیں
لباس اچھا ہے جنکا یا مشین جنکے چہرے ہیں — اثر جنکا ہے عالم پر قوی جنکے وسیلے ہیں

خوشامد ہوتی ہے اخلاق کے پردے میں بھی کیا کیا
پئے دنیا ہوا کرتی ہیں تدبیریں نئی کیا کیا

رہا کرتی ہیں جنسے سازشیں دنیا کے کاموں میں — رہے ہوں جنکے قابو میں پھنسے ہوں جنکے داموں میں
جہاں اندیشہ ہو رسل و رسایل کے پیاموں میں — ملے امداد جن سے خاص ایسے انتظاموں میں

انھیں راضی رکھیں اخلاق سے ہر دم ضروری ہے
خدا کا ملنا توبہ توبہ انکی بھی حضوری ہے

کبھی ہو کر مخاطب بات کرنا دل بڑھا دینا — خلوص و دوستی احوال پرسی سے جتا دینا
کوئی مطلب کی بات آئے تو باتوں میں اڑا دینا — محبت کا گلا سنکر کوئی فقرہ بنا دینا

یہ ظاہرداری اخلاق ان بندوں کے قابل ہے
تواضع بھولنا جنکے لئے عادت میں داخل ہے

ڈنر کے میز پر اخلاق کا اظہار ہوتا ہے — پیو کھاؤ کا دسترخوان پر اصرار ہوتا ہے
مخالف بھی یہاں شیر و شکر اک بار ہوتا ہے — خلوص ظاہری ہوتا ہے جھوٹا پیار ہوتا ہے

بہم اخلاق کے بھرتے ہیں دم ہر اک نوالے پر
چڑھا جاتا ہے رنگِ اتحاد ایک ایک پیالے پر

ملاقاتوں میں جو ہوتی ہیں باتیں صاف دلخوش کن ضروری ہیں جو ل الفت مروت دوستی کے گن
صریحاً پاپ سمجھیں ہو اگر بھولے سے کوئی پن مزاج اپنا نہ کوئی پا سکے ہر دم اسکی دھن
ہر اِک کو ناز یارانہ ہو وضعِ ارتباط ایسی
نہ پائے اپنے تہ کی بات کوئی احتیاط ایسی

کبھی گر آگیا موقع عنایت آزمانے کا کوئی دن آگیا تقدیر سے کھانے کھلانے کا
تو وہ ہوتے ہیں، ہو جیسے مطلب ہے زمانے کا خدا کرے جی کیا اوروں سے حیلہ جو بنانے کا
ہر لحظ سب ہم دلالت وقت پر دم باز دیتے ہیں
یہ داد انسانیت کی ہے زمانہ ساز ہیں

ہوئی تعلیم بھی مطعون اخلاقِ مجازی سے ہوئی تہذیب بھی بدنام ایسی کار سازی سے
بہت محجوب ہے ناز ایسی شانِ بے نیازی سے فسردہ دل ہیں کیا کیا حسرتِ بندہ نوازی سے
خدا کے خوف سے دعوے ہوں گو کبریائی کا
مگر اللہ کے بندوں کو ارماں ہے خدائی کا

غلط باور نہیں کرتے کسی صورت عمل اپنا بہت اچھا سمجھتے ہیں وتیرہ آجکل اپنا
کسی کو جانتے ہیں کب مقابل یا بدل اپنا دکھاتے ہیں لیاقت شان شوکت تا دول اپنا
یہاں ہیں اپنی مرضی کے بنے سب کام کرتے ہیں
یونہی تعلیم اور تہذیب کو بدنام کرتے ہیں

خلاف اخلاق کے کوئی نہیں تعلیم دنیا میں ہوئی تہذیب کب ایسی مصرِ تسلیم دنیا میں
رہی اخلاق کو ہر چیز پر تقدیم دنیا میں اسی کی مدتوں سے ہوتی ہے تفہیم دنیا میں
ہر اِک فاضل نے اسکو جوہرِ ذاتِ بشر لکھا
یہ فرض عین انساں ہے یہی لکھا اگر لکھا

ہوئیں پابندیاں اِسکی ہراک مذہب و ملت میں
کیا ہر پیشوا نے اسکو داخل اپنی عادت میں
خوشی میں رنج میں جلسے میں کہ ہر رسم و دعوت میں
نصیحت میں ہراک تقریر میں خط و کتابت میں

بدل پابندیٔ اخلاق تھی مدنظر اُن کو
رہی مخلوق کی منظور خاطر عمر بھر اُن کو

بلا قید تمول بے غرض حاجت روائی کی
بلا شرط محبت ہوسکی جتنی بھلائی کی
سفارش کی ضرورت تھی نہ کچھ حاجت دُہائی کی
ہوئی جسطرح ممکن کی مگر خدمت خدائی کی

قدیم اخلاق کی اب حال پر سی اک نشانی ہے
یہی اگلی روش کی یادگار جاودانی ہے

رہی ہے اس عمل کی پیروی مدنظر جبتک
ہوئی اہل جہاں میں قدر اخلاق بشر جبتک
خیال انس انساں کا رہا دلمیں گذر جبتک
غم ہمجنس سے ماؤف رہتا تھا جگر جبتک

ہراک انسان کا انساں کے دلمیں درد ہوتا تھا
کسی کا رنگ اڑتا تھا جو کوئی زرد ہوتا تھا

نہ سرگرداں رہا اگلے زمانے میں بشر کوئی
نہ پھرتا تھا گلی کوچے میں حیراں دربدر کوئی
چرا سکتا نہ تھا اخلاق کے مارے نظر کوئی
کوئی بیمار ہوجاتا تو بنتا چارہ گر کوئی

خلاف اخلاق کے تھا ننگ ہمدردی انساں کا
عیاں اور وں پہ ہونا عیب تھا حال پریشاں کا

نکلکر اپنے اپنے گھر سے اور اپنے محلے سے
پریشانی میں حالت پوچھ لیتے تھے تقاضے سے
کوئی زر سے کوئی کوشش سے کوئی دم دلاسے سے
ہراک آمادہ رہتا تھا اعانت کے ارادے سے

عجب اخلاق کی ہمدردیوں میں آن ہوتی تھی
کہ دل ممنون رہتا تھا تصدق جان ہوتی تھی

مراسم ناقصوں سے بھی تھے یکساں کاملوں سے بھی
طریقہ ایک تھا ملنے کا انکے جاہلوں سے بھی

محبت سے ملے جب تک ملے وہ قابلوں سے بھی
عیاں چہروں سے جو تھا وہی ظاہر دلوں سے بھی

نہ ہوتا تھا کسی سے کوئی ملنے میں تپاک اُن کو
ہمیشہ خالق عالم نے رکھا اس سے پاک اُن کو

لحاظِ اہلِ دنیا تھا خدا کا خوف تھا دلمیں
تمیز نیک و بد ہر حال میں اُنکے رہا دلمیں

عزیز اِک خاطرِ انساں ہی تھی دلسے سوا دلمیں
نہایت شوق تھا پابندیٔ اخلاق کا دلمیں

خدا کو بھی خدائی میں عمل مقبول تھا اُنکا
ادب اخلاق عالم کا عجب معقول تھا اُنکا

بقدر مقدرت حاصل تھی سبکو فارغ البالی
سرور افزا تھی عالم کے لئے عالم کی خوشحالی

یہ کیا معلوم تھا آگے مقدر میں ہے پامالی
یکایک خیر و برکت سے جہاں ہوجائیگا خالی

تماشہ شوق سے انسان کا انساں دیکھینگے
پریشاں حال بے بس چشم نم حیراں دیکھینگے

اُدھر اٹھتے گئے دنیا سے وہ اخلاق کے حامی
ادھر ہوتی گئی ہمدردیٔ انساں کی بدنامی

اُدھر یاروں نے منہ موڑا ادھر پیش آئی ناکامی
نظر آنے لگی آغاز سے پہلے بد انجامی

ادھر غیرت اُٹھی اخلاق کا نقشہ ادھر بگڑا
بڑے چھوٹے پہ کیا موقوف رنگ ہر بشر بگڑا

لحاظ اخلاق کا جاتا رہا کیا دل سے عالم کے
یکایک گر گیا انسان انساں کی نگاہوں سے

بڑھایا میل جول اپنا تونگر سے تونگر نے
توجہ کے بھی ناقابل رہے مفلوک بیچارے

کوئی کچھ درد دل سن لے ادھر اُنکے رہا جی میں
اُدھر مانع رہا اُنکا تکلف حال پرسی میں۔

وہی ہیں آجکل اخلاق کے بھی مدعی اکثر — ضرورت پر جو بکتے ہیں چرا لینے میں جی اکثر
محبت ظاہری جھوٹی ہے جنکی دوستی اکثر — ہوئی ہے وقت پر انسانکے جنسے بری اکثر

وہی ممتاز سمجھے جا رہے ہیں اب تو بندوں میں
وہی مشہور بھی ہیں آجکل اخلاق مندوں میں

غریبوں سے کوئی دولت کے غرے پر نہیں ملتا — حکومت کے بھروسے پر کوئی افسر نہیں ملتا
رسوخ اہل دولت سے کوئی کھلکر نہیں ملتا — کسی کا ذکر کیا اچھی طرح نوکر نہیں ملتا

غریبونکے روابط سے کسی کی شان جاتی ہے
کسی کی قدر گھٹتی ہے کسی کی آن جاتی ہے

روش آگے کی کچھ تھی اور اب طرز جہاں کچھ ہے — پرانا اور کچھ قصہ ہوا اپنی داستاں کچھ ہے
نہاں کچھ ہے دل عالم میں تصویر عیاں کچھ ہے — دلی مطلب مقاصد اور کچھ رنگ بیاں کچھ ہے

کوئی خوش اپنی حالت پر کوئی سر در گریباں ہے
زمانے کی دو رنگی کا نمونہ آج انساں ہے

شکایت غیر کی ہو یا کہ ہو احباب کا شکوا — تاسف اپنی حالت پر ہو یا افسوس دنیا کا
کہاں تک فکر و ذکر کا ہوش ہنگامۂ دنیا — خدا جانے اب آگے ہیں ستم ایجاد یاں کیا کیا

توجہ اہل دنیا غیر حالت پر نہیں کرتے
ادھر سے رخ ادھر اپنا کبھی دم بھر نہیں کرتے

ہوا اخلاق کے برباد ہونے سے جہاں غارت — مکینوں سے چھٹے گھر ہو گئے اکثر مکاں غارت
ملی مٹی میں عزت ہو چکے نام و نشاں غارت — مٹے لاکھوں ہوئے ہیں خاندان کے خاندان غارت

بشر کی کم نگاہی دشمن جان بشر نکلی
یہ طرز انسانیت کی بھی نہایت پر خطر نکلی

قدیم اخلاق کی تقلید گر مد نظر ہوتی　　شریک اخلاق کے ہمدردی نوع بشر ہوتی
ہر اک انسان کو راحت میسر اپنے گھر ہوتی　　قناعت کی عجب اک شان ہر سو جلوہ گر ہوتی

فلاکت اسقدر چھاتی نہ یوں محتاج ہم ہوتے
کنارہ کش نہ ہم سے اتنے ارباب کرم ہوتے

مقدر میں جو ہونی تھی خرابی ہو چکی اپنی　　ہوئی برباد ہونی تھی جہاں تک زندگی اپنی
کیا حال اپنا ہمنے غیر حالت ہی بری اپنی　　ہوا فرمان حق پورا برائی دیکھ لی اپنی

خرابی کا بیاں اندازۂ اخلاق ہو کبتک
ندامت بڑھتے بڑھتے شہرۂ آفاق ہو کبتک

الٰہی رحم کر تو ہی بحق احمد مرسل　　ہمیں ہم جنس کا کوئی سہارا ہی نہ زور و بل
پڑی ہے تفرقہ پردازی عالم اک پل چل　　نہیں ہے کوئی اپنا آگے پیچھے آخر و اوّل

جہاں والے مخالف گردش تقدیر دشمن ہے
زبوں جو حال بیچاروں کا ہے سب پر روشن ہے

زر و مال و جوا ہر سب کچھ اپنی اپنی قسمت کا　　دیا ہر شخص کو تو نے نہیں غم کوئی دولت کا
بشر ہی کے لئے ہونا ہے لازم رنج و راحت کا　　یہی دل عیش کا گھر ہے یہی مسکن مصیبت کا

تسلی کچھ تو ہو غم میں تقاضائے طبیعت ہے
سہارا ڈوبتے والے کو تنکے کا غنیمت ہے

اگر ابنائے جنس اپنے ہوئے کچھ وقت کے ساتھی　　دلی اخلاق سچی دوستی کام آئی گر انکی
بسر ہو جائے گی یہ چار دن کی زندگی اپنی　　اسی کی دے انہیں توفیق اے کونین کے والی

تو قادر ہے خدایا کارساز دو جہاں تو ہے
وسیلہ ہے جہاں کا چارہ بیچارگاں تو ہے

ازل سے متفق اک ساتھ ہیں جس طرح روز و شب — ملے رہتے ہیں جیسے وقت پر آپس میں دونوں لب
ہے پیوستہ جیسے معنی الفاظ سے مطلب — ملاپ آپس میں ایسا ہو رہیں سب ایک دل یارب

محبت دوستی انسان کی انسان کے دل میں دے
لحاظ اخلاق کا ہر آدمی کے آب و گل میں دے

پریشاں حال ہوں حالت مری ہے رحم کے قابل — زباں سے طالب لعل و گہر ہونا نہیں یہ ہے مشکل
حجاب خواہش دنیا ہے مانع شرم ہے حایل — عیاں سب کچھ ہے تجھ پر مطلب آرزوئے دل

خدایا مطلع انوار رحمت ساز جانم را
کلید مخزن اسرار دل گرداں زبانم را

اسرار خیال[1]

آگیا سامنے آئینۂ حالات خیال — کھل گئے چشم بصیرت پہ کمالات خیال
ذہن سے ہے مرکز تشریح مقالات خیال — حل ہوا مسئلۂ حالات خیال

اسکی ہستی کے عیاں قلب پہ سب راز ہوئے
بہرہ ور ہم بھی تجسس میں خدا ساز ہوئے

پیشوا سارے حواسوں کا حقیقت میں یہ ہے — ہوش میں ہو تو یہ ہے خواب کی حالت میں یہ ہے
تلخی غم میں یہ ہے لذت راحت میں یہ ہے — ہے بہر حال دخیل اپنی طبیعت میں یہ ہے

دین و دنیا کا سبھی دار و مدار اس پر ہے
نیک و بد حسن و قبح حاصل کار اس پر ہے

[1] یہ مضمون مذاق عارفان حق سے ہے ۱۲

اسکی پاکیزہ روش حسن عمل صوفی کا
اسکی کوشش ہی سبب قرب خداوندی کا
آئینہ ہے یہی لاریب خدا بینی کا
ہے نظر بار یہی جلوۂ یکتائی کا
حوصلہ ذوق صدائے ارنی کا تھا یہی
حیلہ موسے کے لئے جذب دلی کا تھا یہی

دل سے ہے اسکی رسائی کا زمانہ قایل
عرش اعظم کبھی بنجاتا ہے اسکی منزل
اسکے آگے نہیں کچھ دورۂ دنیا مشکل
اسکے قابو میں بہر طور رہے انساں کا دل
بحر و بر ارض و سما اسکی گذرگاہیں ہیں
سیر کونین کی معلوم اسے سب راہیں ہیں

واں پہنچتا ہے فرشتہ نہ جہاں پر مارے
واں ٹھہرتا ہے جہاں ہوش ہوا ہوں سارے
وہیں لڑتا ہے جہاں عقل بھی ہمت ہارے
وہیں جم جاتا ہے دلکش ہوں جہاں نظارے
دل صوفی کا یہی راہ نما بنتا ہے
خود فراموش یہی یاد خدا بنتا ہے

یہ نہ دے ساتھ تو ہو حق عبادت نہ ادا
یہ نہ دے ساتھ تو بے سود ہو ہر ہر جینا
دل میں انسان کے یہ ہو نہ اگر جلوہ نما
شور ناقوس و اذاں کا نہ ہو منشا پورا
خلق کی راہ نمائی پہ یہ جب آتا ہے
جانب دیر و حرم کھینچکے لیجاتا ہے

اسکے وابستہ ہیں سب مذہب و ملت والے
اہل دیں اہل ہنر علم و لیاقت والے
زاہد و متقی و صبر و قناعت والے
دُھن کے پکے ہیں سبھی اسکے جو ہیں متوالے
یہ نہ آئے تو کسی سمت نہیں رُخ کرتے
اسکے ہو جاتے ہیں ہر طرح سے جیتے مرتے

جب بھٹکتا ہے یہ ہو جاتا ہے آوارہ بشر — دل ٹھہرتا ہے نہ جمتی ہے کسی جا پہ نظر
کجروی اسکی دکھاتی ہے جو کچھ اپنا اثر — آہی جاتا ہے بشر خیر سے سوئے رہ شر

کبھی یہ راہ نما راہ زنی کرتا ہے
تخم ریزی کے عوض بیخ کنی کرتا ہے

مسمریزم ہے کہیں اسکے کرشموں کا نام — کوئی کہتا ہے کہ ہے سحر کا سب اس سے نظام
نظر بد کا کہیں اس سے ہے منسوب الزام — اس سے بنجاتے بھی ہیں اور بگڑتے بھی ہیں کام

صلح جوئی بھی ہے اور فتنہ گری بھی اسمیں
سر طاعت بھی ہے اور خیرہ سری بھی اسمیں

یہی دکھلاتا ہے دنیا میں نرالے نیرنگ — اسکی ایجاد سے ہے عالم ایجاد بھی دنگ
کرلیا اسنے کسی کام کا جسدم آہنگ — اسکے انجام میں ہوتی نہیں تاخیر و درنگ

اپنی بانی پہ کسی وہم کا جو خیال آتا ہے
اسکے پاس اڑکے ہر اک بے پر و بال آتا ہے

اسکے پنجہ میں ہیں جاہل تو ہیں قابو میں عقیل — سر بلند اس سے کبھی ہے تو کبھی کوئی ذلیل
یہی احکام میں اثبات و نفی کے ہے دخیل — کبھی علت ہے کبھی ہے یہی وجہ تعلیل

مصدر خیر ہے شر کا کبھی مشتق ہے یہ
حال و ماضی ہیں عرض جوہر مطلق ہے یہ

چار سو اسکا عمل چار طرف اسکا ہے راج — منحصر اسکی توجہ پہ ہے سب خیر و شر آج
مستقل پھر بھی طبیعت ہے نہ قایم ہے مزاج — کہیں قانون کا تابع کہیں پابند رواج

عقل پیدا ز بصر و سماع سے ادراک کا ہے
علم سے خاص تعلق اسی بیباک کا ہے

دوست اسکے ہیں یہی اور حواشی ہیں حواس
رخنہ گر واہمہ ہے اور مشیر وہمی قیاس

کبھی آزاد خطر ہے کبھی پابندِ ہراس
مطمئن انسے کبھی ہے کبھی صرفِ وسواس

کچھ عجب رنگ کی یہ انجمن آرائی ہے
نیکنامی کبھی حاصل کبھی رسوائی ہے

عقل سمجھاتی ہے بنتی ہے ہر اک مجھسے بات
کام سب عالمِ ایجاد کے ہیں میرے ہات

طے کئے مینے زمانے کے بہت مرحلہ جات
علم کے مجھپہ عیاں رازِ نہاں ظاہر ہیں [illegible]

ہو وہ معدوم جہاں جس سے ہوا انکار مجھے
کر دیا علم نے ہر چیز کا مختار مجھے

دعوے علم ہی میرا ہی ہر اک شے پہ اثر
عقل ممنون ہے میری تو ہے محتاج ہنر

مجھسے پر نور جہاں مجھسے ہے توقیر بشر
کبھی رہتا نہیں مفلوک مرا دستِ نگر

ختم ہر حال میں ہے عقدہ کشائی مجھ پر
عقل حیران ہے نازاں ہے خدائی مجھ پر

ہو نہیں ہر شے کا تحقق یہ ہے ادراک کو ناز
خاص ہے مجھسے حواسات کو بالطبع نیاز

علما کرتے ہیں دلسے مری قدر و اعزاز
مجھکو انسان سمجھتے ہیں بدیہات نواز

سب سلوک اگر تا حد امکاں ہو نہیں
جوہر زندگی حضرت انساں ہو ہمیں

شورش وہم سے ہوں لاکھ حوادث میں خلل
انکا بدلا ہے نہ بدلے گا زمانے میں عمل

مسئلے انکے قریں کوئی نہیں لاینحل
ہو نہیں سکتی بغیر انکے کہیں کچھ ہلچل

انکے ہاتھوں میں ہے ہر وقت زمامِ عالم
انسے قایم ہے زمانے میں نظامِ عالم

جنسے ملکر ہوا خود زیر اثر انکے خیال　　انکی مرضی کے موافق ہیں سب انکے افعال
مختصر عقل پہ ہے حال تو ہے علم قیال　　پیچ در پیچ ہے الجھا ہوا دنیا کا حال

عمر بھر ہے یہی ہر وقت خیالی دہند
پاک جھگڑوں سے ہے دنیا نہ ہے خالی دہند

عقل کے ساتھ فزوں ہوتا ہی دنیا کا بھی غم　　دل سے تشویش و تردد نہیں ہوتے کبھی کم
نیند میں دیکھتے ہیں خواب بھی اکثر یہی ہم　　جو ستم جان پہ دنکو ہے وہی شب کو ستم

جمع ہیں بس یہی سامان پریشانی کے
کام دانستہ جو ہم کرتے ہیں نادانی کے

خاطر ادراک کی ڈر وا ہمہ کا پاس خرد　　علم کا بھی اثر آداب لحاظ بے حد
رنگ نیرنگ جہاں صحبت ناپاک حسد　　زحمتیں اتنی خیال ایک ہزاروں مقصد

ہو گیا زیست کے فقروں میں گرفتار خیال
ہوش میں ہم ہیں نہ ہے اپنا خبردار خیال

علم کے ہو کے رہے عقل کا بھی ساتھ دیا　　دل سے ادراک کا ہر وقت کہا مان لیا
صحبت نفس میں جو کام نکرنا تھا کیا　　سبق مکر ملا یا ہوی تعلیم ریا

زندگی ہے یہی آوارہ خیالی اپنی
اسمیں جو سعی ہے بے سود ہی خالی اپنی

علم و ادراک و خرد نے یہ اثر دکھلایا　　حجتیں ہو گئیں ادیان و ملل کی پیدا
دعویداروں کو ہے دعوے پہ بھروسا اتنا　　حق سے انکار بھی کرنے میں نہیں خوف ذرا

مختلف علم الگ رنگ میں ناچاقی ہے
یہ بھی اللہ کی اک صنعت خلاقی ہے

گو مسلم ہے کہ ہے علم حقیقت آگاہ — اسکو ہرچند کہ اعمال کی معلوم ہے راہ
عقل و ادراک کے ہاتھوں نہیں ہے دنیا کا بناؤ — کام نجات کے ہیں سب انسے یہاں خاطر خواہ

لیکن ان سے نہیں جز منت دنیا حاصل
ملنے والا نہ ملے اس سے تو ہے کیا حاصل

یہیں مصروف زمانے سے خیال اپنا ہے — مڑ کے دیکھا نہ کبھی سوئے عدم کیا شے ہے
آگیا راہ پہ یہ خود نہ ہوا دل در پے — ہائے غفلت یہ تن آسانی کے جیتے تاکے

رغبت حرص و ہوس نفس پرستی کبتک
تا کجا حب جہاں خاطر ہستی کبتک

زندگی میں کوئی ساعت بھی نہ آئی ایسی — جس میں ہوتی دل ناداں کو مآل اندیشی
دل میں گھر کر گئی نیرنگ پسندی اتنی — کارخانہ یہ ہے مرغوب تو دنیا پیاری

آ کے اس سمت کہیں جا نہ سکا اور خیال
انہیں جھگڑوں میں پریشان ہے بیٹھا خیال

سوئے حق چاہئے ہر وقت رہے روئے خیال — علم و ادراک و خرد سب یہ ہیں جی کے جنجال
عبد و معبود میں ہو رابطہ انسے یہ محال — یہی نکبت کے ہیں ساماں یہی اسباب وبال

حاصل اس ذوق کا کچھ ہے تو مآل انکا کچھ
کیفیت اسکی ہے کچھ اور تو حال انکا کچھ

ہے تماشوں کا عبث اسکے جہاں گرویدہ — چار سو ہے یہی سودائے سر شوریدہ
نہ کھلا راز جو اس پردے میں ہے پوشیدہ — ہے تو کس کام کا ہے قلب زمانہ دیدہ

ساتھ اسکے جو کوئی تا نفس چند رہا
وا رہی آنکھ تو کیا پھر بھی نظر بند رہا

خوابِ ہستی کا غلط نام ہُوا بیداری | اسکی غفلت کو سمجھتے ہیں عبث ہُشیاری
ہے دلآزاری انساں کا لقب دِلداری | اس الٹ پھیر کے دہوکے میں ہی دنیا ساری

دلپہ افسوس کبھی دلکی حقیقت نہ کھُلی
نہ کھُلی خواب میں بھی چشم بصیرت نہ کھُلی

وہ بھی دن تھے کہ جہاں میں حکماء یونانی | مدعی علم و خرد کے تھے ہنر کے بانی
انکی تحقیق و عمل دہر میں تھا لا ثانی | انحراف انکے کمالات سے تہا نادانی

حکمت و فلسفہ کچھ اور تھا سب دنیا میں
روشنی ہے نئی تعلیم کی اب دنیا میں

معتبر اگلے زمانے میں جو اکثر تھے اصول | نئی تحقیق سے وہ سب ہوئے ثابت مجہول
اب عمل جسپہ ہے دنیا کا جو ہیں اب معقول | کیا یقیں ہے یہی آئندہ بھی ہونگے مقبول

انقلابات سے امید نہیں یاد رہے
غیر ممکن ہے کہ چپ عالم ایجاد رہے

حق تو یہ ہے نہیں بیباک کوئی وقت سکو | چار جانب ہی یہی رونق بزم ناسوت
انہیں اسباب سے ملتا ہے مسبب کا ثبوت | فلسفی بھی رہے تا عمر اسی کے مبہوت

کرسکا کوئی نہ اندازۂ قدرت ابتک
ساری دنیا پہ ہے چھائی ہوئی حیرت ابتک

دیکھیے اب مسبب کیطرف بھی پلٹو | اسطرف آنے سے بہت دُور ادہر بھی تو چلو
مار کر کتے کو پتھر سے ذرا غور کرو | کبھی پتھر پہ لپکتا نہیں کُتا دیکھو

حیف انسان شناسائے حقیقت نہ رہے
دین کے کام کا دنیا کی بدولت نہ رہے

علم و ادراک و خرد پر ہے مدارِ دنیا سہل ترا نسے نکلجاتا ہے کارِ دنیا
اِنسے ہے رونق و ہر اِنسے بہارِ دنیا انسے قایم ہے جہاں انسے قرارِ دنیا
راہِ اخلاص سے اینٔں کوئی آگاہ نہیں
کام دنیا میں بجز کشمکشِ جاہ نہیں

زندگی یہ نہ کسی ایک کے سر ہے اپنی اِنہیں خودداروں کے ہاتھوں میں گذر ہی اپنی
انکے تیور پہ نظر آٹھ پہر ہے اپنی انکے ہمراہ عبث عمر بسر ہے اپنی
ذی اثر ہیں یہ زمانے پہ اثر رکھتے ہیں
اپنا ہر حال سے انسان کو کر رکھتے ہیں

ساتھ انکے نہ کبھی جانبِ دنیا دوڑو ہے یہ سایہ کے کی کہیں گھوڑے پہ نڈی پھوڑو
چھوڑو خودداروں کا اب ہاتھ سے دامن چھوڑو یاد گر ہے کوئی پیمان شکستہ جوڑو
دلمیں جب آئی تو ہر دم رہے دلخواہ خیال
پائے جز عشق الٰہی نہ کوئی راہ خیال

اسکو یہ راہ نہ دکھلاؤ تو ہے اپنا قصور ورنہ مجبور کہیں دیکھا نہ اسکو معذور
خود یہ مصلح ہے کسی شئے کا نہ بانی فتور ہم کو منظور جو ہے ہے وہی اسکو منظور
یہ بھی آتا ہے طبیعت جدہر آجاتی ہے
نیکی اسکی نہ حقیقت میں بدی ذاتی ہے

جوشِ اخلاص کے ہمراہ جو بڑہجائے خیال جذبۂ عشق یہی دکھلائے جو تاثیر و کمال
بے تحاشہ دلِ طالب پہ گرے برقِ جمال بے پتہ ہوش ہوں قایم ہے جلال قال
عقل سے کوئی تعلق ہو نہ ادراک سے ہو
علم سے کام نہ اس ہستیِ سفاک سے ہو

فکرِ دنیا ہو نہ اندیشہ عقبےٰ دلمیں دل کہیں آئے نہ پیدا ہو تمنا دل میں
کوئی وسواس ہو دلمیں نہ ہو دھڑکا دلمیں ہو بُرا شوق کوئی دل میں نہ اچھا دلمیں

محوِ دیدار کو ہو بیخبری عالم سے
ہو خوشی سے نہ خوشی اور نہ غم ہو غم سے

ہوں فنا ذات الٰہی میں بڑھے ایسا نشا اپنی کوشش پہ رہے جذب محبت کو ناز
جان جاں کی ہو طلب دلمیں رہے سو و گدا دم کے ساتھ آئے یہی سینے سے ہر دم آواز

بیحجابانہ درا از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

جز خیال اور نہ لیجائیگا کوئی یہ پیام اس کی کوشش میں کوئی شک نہ رسائی میں کلام
جسطرف اسکی توجہ ہوئی سب بنگئے کام قصد کرکے نہ یہ پلٹا کبھی بے نیل مرام

راہی جب قلب سے یہ سوئے خداوند ہوا
بار یابی ہوئی حاصل تو برومند ہوا

گذری جو کچھ کہ گذرتی تھی اُسے جانے دو طلب حق کی کرو فکر کہاں ماں بھی لو
دیکھو اے حضرت دل صحبت بیجا نہ کرو ایں خیال است و محال است و جنوں اپنے کہو

دل کی آنکھوں سے ذرا دیکھو تماشائے خیال
جلوہ گر اسمیں ہے اک انجمن آرائے خیال

نخل کی سمت بڑھے ہات تو دیتا ہے ثمر ہو تجسس تو دلا دیتا ہے ہیرا پتھر
ہوں اگر غرق تو مل جاتے ہیں دریا سے گہر مانگئے خاک سے امداد تو تانبہ ہو زر

طلب اللہ کی اللہ سے کر کے دیکھو
آرزو عمر ابد کی ہے تو مر کے دیکھو

مانگو اللہ سے حشمت نہ تو دولت مانگو — سروری مانگو نہ دنیا کی حکومت مانگو

روح کو جس سے مزہ آئے وہ لذت مانگو — اوسکی درگاہ سے تم اوسکی محبت مانگو

آئینہ ہوگا اگر حسن طلب کا جلوہ

ہوگا تصویر خیالی میں بھی رب کا جلوہ

اسی جلوے سے بنیں مطلع الانوار آنکھیں — اسی جلوے کی ہمیشہ ہوں طلبگار آنکھیں

جان جاں سے رہے ہر وقت گہربار آنکھیں — لوٹیں دن رات یونہیں دولت دیدار آنکھیں

دل میں اخلاص کا ہر دم رہے وسا خیال

باریابی سے رہے اپنا سرافراز خیال